قمر جہاں

قمر جہاں کی پیدائش تقریباً 52-1951 میں سمستی پور ضلع کے مردم خیز گاؤں بزرگ دوار میں ہوئی۔ اسی گاؤں کو ان کا آبائی وطن سمجھنا چاہئے۔ آپ کے والد کا نام سید عطاء الحق تھا۔ خاندان کے افراد علم و ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ روایتی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قمر جہاں پٹنہ آگئیں اور پٹنہ یونی ورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ اردو ادب سے فطری دلچسپی ہونے کی وجہ سے زمانہ طالب علمی میں ہی یعنی 1966ء سے افسانہ لکھنا شروع کر دیا۔ آپ کی پہلی کہانی 'جنون وفا' ہے، جو ماہنامہ 'صبح نو' پٹنہ سے 1966ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔

سندروتی مہیلا کالج، بھاگل پور کے شعبہ اردو سے آپ نے اپنے تدریسی کیریر کا آغاز کیا اور ترقی کر کے بھاگل پور یونی ورسٹی کے صدر شعبہ اردو تک کے عہدہ کو سنبھالا۔ افسانہ نگاری کے علاوہ آپ کے متعدد تنقیدی مضامین کے مجموعے بھی شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ تدریسی خدمات و تصنیفی مصروفیات ایک ساتھ جاری ہیں۔

قمر جہاں کی تصانیف میں تین افسانوی مجموعے ہیں جن میں 'چارہ گر' (1983ء)، اور 'اجنبی چہرے' (1991ء) شائع ہو چکے ہیں۔ اور ایک افسانوی مجموعہ 'یادنگر' زیر اشاعت ہے۔ 'اختر شیرانی کی جنسی و رومانی شاعری'، 'معیار'، 'کلام عبداللہ حافظ مشکی پوری' (تحقیق و تدوین کلام) اور 'حرف آگہی' آپ کی تنقیدی تصانیف ہیں۔ قلمی سفر ابھی جاری ہے۔

کٹی ہوئی شاخ

کتنے سال بعد وہ اپنے وطن واپس آیا تھا۔ ہر چیز نئی نئی اور قدرے اچھوتی سی معلوم ہو رہی تھی۔ ایک مدت تک باہر رہ جانے کے باعث اب وہ خود اپنے وطن کے لئے اجنبی سا ہو گیا تھا مگر اس اجنبی پن میں بھی اپنے پن کا احساس پنہاں تھا۔ وہ دیر سے خود اپنے آپ سے سوال کر رہا ہے۔

کیا وہ سچ میں اجنبی ہو گیا ہے؟ شکل و شباہت، لباس اور کچھ حد تک گفتگو میں وہ بدل گیا ہے۔ لیکن اس کا باطن......؟ اندرون میں ایک عجب توڑ پھوڑ مچی ہوئی ہے، آخر وہ اپنے آپ کو اتنا بے بس کیوں محسوس کر رہا ہے؟

بار بار اس کا ذہن کسی ایک سوال کے گرد مکڑی کے جالے کی طرح گھوم رہا ہے۔

'آخر وہ اتنی اچھی سرزمین اور ایسے دلدار لوگوں کو چھوڑ کر کیوں اتنے لمبے عرصے تک......؟ کیا اب سچ میں اس کی حیثیت یہاں اس ٹوٹی ہوئی شاخ کی سی ہے جو درخت سے علیحدہ ہو چکی ہے؟'

'نہیں......نہیں، ہرگز نہیں......' بڑی بے چارگی سے اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔

بڑے سے آنگن میں آم اور شریفے کے پیڑ اسی طرح جھوم رہے ہیں، اس کی بوڑھی نحیف جاں بہ لب ماں سامنے کے پلنگ پر پڑی کھانس رہی ہے اور بڑی حسرت بھری نگاہوں سے اپنے اجنبی ہوتے ہوئے لختِ جگر کے ملول چہرے پر کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے دیگر عزیز و اقارب بھی موجود ہیں...... سب کچھ تو ہے یہاں اس کا، اس کا منہدم ہوتا ہوا گھر، اس کی ماں...... اس کے عزیز و اقارب...... مگر...... مگر وہ خود یہاں کا نہیں رہا...... وقت کے ایک لمبے سفر نے اسے خود اس کے گھر میں ہی بیگانہ بنا دیا ہے۔ اس پر غیریت کی مہر اس طرح ثبت ہو چکی ہے کہ اسے اپنوں کے برتاؤ میں بھی تصنع کی جھلک نظر آ رہی ہے۔ وہ اس مصنوعی زندگی سے اکتا رہا ہے۔ اسے تلاش ہے اپنے آپ کی...... اس اپنے پن کی جسے برسوں پہلے وہ خود اسی دہلیز پر چھوڑ گیا تھا۔

اپنا پن زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کس قدر ضروری ہے، اس بات کو اس نے پہلے تو کبھی محسوس نہیں کیا

تھا۔ لیکن ایک لمبے عرصے تک مشینی زندگی گزارنے کے بعد کسی چیز کی کمی کا احساس اس طرح سوہانِ روح بنا کہ وہ ہر آسائش کو لمحوں میں بھول گیا۔

اسے وہ دن بھی یاد تھا جب وہ اپنی جانی پہچانی دنیا کو خیرباد کہہ کر ایک ان دیکھی دنیا کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس وقت اس کے کانوں میں صرف ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

'یار، اب تک تم تالاب کے مینڈک بنے رہے، باہر نکل کر دیکھو، دنیا کتنی حسین ہے۔ کیا تم نے اعلیٰ تعلیم اور اونچی ڈگریاں اسی لئے حاصل کی ہیں کہ صبح سے شام تک چپل توڑتے رہو......؟' اس نے بدیشی دوست کے اس مشورے کا پرجوش استقبال کیا اور اس دن وہ بے حد خوش تھا جب اس کا ویزا باہر جانے کے لئے آ گیا تھا۔

وہ اس منظر کو بھی نہیں بھولا ہے جب وہ ایر پورٹ پر اپنے جہاز کا انتظار کر رہا تھا...... اس وقت اس کے سامنے ایک حسین دنیا آباد تھی اور وہ نرم ہواؤں کے دوش پر جھولا جھول رہا تھا۔ اچانک زندگی کتنی سبک رفتار و کول اور پرکشش بن گئی تھی۔ زندگی کا سارا بوجھل پن نہ جانے کہاں کھو گیا تھا۔۔ جہاز کے اڑان بھرتے ہی وہ ساتوں آسمانوں کی سیر کرنے لگا تھا۔ کیسے کیسے رنگین خیالات اس کے ذہن میں فلم اسکرین کی طرح منٹوں میں سین بدل رہے تھے۔۔ اپنی نحیف و ناتواں ماں، بیمار والد کو بھی چھوڑنے کا اسے ذرا غم نہیں تھا۔ بچپن کے دوست، سب شناسا چہرے اچانک اجنبی بن گئے۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ قید خانے سے نکل کر کھلی فضا میں کلیلیں بھرنے لگا ہے۔

خوبصورت اور اسمارٹ ایر ہوسٹس جب اس کے سامنے کھانے کی پلیٹ سجائے آئیں تو اسے لگا جیسے وہ جنت کی حوریں ہیں جو من و سلویٰ کے ساتھ اس کی میزبانی کر رہی ہیں۔ اس نے ان کے دستِ نازنین سے پلیٹ لیتے ہوئے کنکھیوں سے انہیں دیکھا۔ ایر ہوسٹس نے دلنواز مسکراہٹ کے ساتھ دریافت کیا۔ 'کیا اور بھی چاہئے کچھ آپ کو......؟'

اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ 'نہیں...... ہاں......' اور پھر خود ہی اپنی اس بوکھلاہٹ پر بری طرح جھینپ گیا۔ اس کے دل میں لمحہ بھر اس دلنواز مسکراہٹ پر گدگدی ہوتی رہی، لیکن پھر اس مسکراہٹ کی اصلیت اس پر واضح ہو گئی تھی، جب وہی ایر ہوسٹس اس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے بوڑھے پنجرے سے بھی اسی دلنواز مسکراہٹ کے ساتھ مخاطب تھی۔

'اوہ! تو یہ ادائیں جلوۂ عام ہیں جن کو میں نے اپنے لئے مخصوص سمجھ لیا تھا۔' اپنی شخصیت کا سحر اسے ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔ عمر کا یہ حصہ بھی کیسا پر فریب ہوتا ہے۔ منٹوں میں آسمان پر اور منٹوں میں زمین پر..... جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا، اس بات کی تمیز اس عمر میں ذرا مشکل سے ہوتی ہے۔ اس کی آنکھوں پر بھی ایک رنگین عینک چڑھی ہوئی تھی اور وہ ہر شئے کو بس اسی عینک سے دیکھ رہا تھا۔

بدیس پہنچ کر کچھ دنوں تک وہ ایک جادوئی دنیا میں کھویا رہا۔۔۔ گرد و پیش کو رنگین عینک سے دیکھنے کی تقریباً اسے عادت سی ہوگئی تھی لیکن کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اس کی عینک کا شیشہ میلا ہونے لگا۔۔۔ اس کا معمول بن گیا تھا کہ گھر سے باہر قدم نکالتے وقت پہلے وہ اپنی عینک کے شیشے کو خوب صاف کرتا تاکہ وہ پہلی سی چمک واپس آجائے، مگر یہ دیکھ کر اسے بڑا دکھ ہوتا کہ شیشہ صاف ہونے کی بجائے میلا ہی ہوتا جارہا تھا۔ انہی لمحوں میں اسے ایسا لگتا جیسے کوئی چیز چھناکے کے ساتھ اس کے اندر ٹوٹ گئی ہو اور اس کی ساری کرچیاں اندر ہی اندر چبھتی چلی جارہی ہیں۔ ایک عجیب سی بے چینی کا مسکن بن گیا تھا اس کا دل و دماغ.....

کبھی کبھی وہ اپنے وجود کو پنڈولم کی طرح جھولتا محسوس کرتا، لامحدود فضاؤں میں معلق زمین سے منقطع اور آسمان سے دور.....

'یاالٰہی یہ کیسا جہاں ہے؟ باہر کی دنیا کیسی خوبصورت ہے لیکن اندر کی آتما کو چین نہیں۔۔۔ یہاں تو ہر شخص بس اپنے 'آج' میں جی رہا ہے۔۔۔' وہ اکثر غور و فکر میں ڈوبا رہتا۔

'کیا کل کے اعتبار کے بغیر آج کا حسن برقرار رکھا جاسکتا ہے۔۔؟'

'نہیں، ہرگز نہیں' اس کے اندر سے کوئی چیخ ابھرتی.....

'وقت، ماضی، حال اور مستقبل سے عبارت ہے۔ تم اسے صرف حال سے تعبیر نہیں کرسکتے۔'

اسے حیرت ہوتی ان ہم وطنوں پر جو صرف حال کے سہارے زندہ تھے۔۔۔ وہ اکثر ان کے چہروں کو پڑھنے کی کوشش کرتا۔

ایک دن اس نے اپنے قریبی دوست اسد سے دریافت کیا جو خود ان کی کمپنی میں ملازم تھا۔ 'یار اسد! یہاں کے لوگ کیا اپنی زندگی سے مطمئن ہیں.....؟ ان کا حال تو یقیناً خوبصورت ہے مگر مستقبل کا کوئی بھروسہ نہیں۔۔۔ کیا

اس بے اعتباری کے ساتھ کوئی حساس شخص خوش رہ سکتا ہے؟'

اسد نے غور کرتے ہوئے کہا، 'یار! تم ضرورت سے زیادہ حساس ہو۔ یہاں کے لوگ شاید اتنے حساس نہیں ہوتے۔'

'کیا مشینی عہد میں رہتے ہیں یہ بھی، روبوٹ (ROBOT) ہو گئے ہیں.....؟' اس نے مسکراتے ہوئے طنز کیا۔

'ممکن ہے۔' اسد نے مختصر سا جواب دیا۔

'نہیں یار اسد! مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے آج کے عہد کا انسان کچھ زیادہ ہی حساس ہو گیا ہے۔ ماحول کی سرد مہری نے اس کے اندر کی آگ کو کچھ زیادہ ہی بھڑکا دیا ہے۔'

'یہ سب تمہارا واہمہ ہے۔ اپنا مسئلہ تو صرف پیٹ کی آگ ہے—' اسد کی مسکراہٹ میں درد بھی تھا اور طنز بھی، جسے بڑے سلیقے سے وہ چھپا رہا تھا۔

اسے اکثر اپنے جیسے دوسرے ساتھیوں کی زندگی پر ملال ہوتا، وہ جو سارا دن کڑی محنت کرتے اور جب گئی رات بستر پر لوٹتے تو بیوی بچے سب کو سویا ہوا پاتے..... پھر علی الصبح ساری کائنات کو سویا ہوا ہی چھوڑ کر اپنے اپنے کاموں میں چلے جاتے..... ان میں اکثر تو ہفتوں اپنے بچوں سے جی بھر بات بھی نہ کر پاتے..... بیوی کی مسکان کیا معنویت رکھتی ہے—؟ اس بات کا احساس بھی کھوتے جا رہے تھے۔ گویا ان کی زندگی کوئی سیال مادّہ ہو جو مشین میں ڈھل گئی ہو اور تیز چلتی ہوئی مشین کی گھر گھر کے ساتھ اندر کا ہر لطیف احساس بھی زائل ہو چکا ہو—وہ زیر لب کراہتا۔

'کیا زندگی صرف پیسے سے مطمئن ہو جاتی ہے—؟' باہر آ کر وہ بھی یقیناً اچھی غذا کھا رہا تھا، اچھی خاصی رقم جمع کر رہا تھا۔ فریج، ٹی وی، اے سی، بہترین ایر کنڈیشنڈ کار، ویل فرنیشڈ مکان، سب کچھ کم ہی مدت میں اس نے حاصل کر لیا تھا۔ لیکن اکثر راتیں اس کی فوم کی آرام دہ مسہری پر کروٹیں بدلتے ہی گزر جاتیں— جب بھی کبھی گھر سے اس کی ماں یا کسی اپنے پرائے کا خط آتا تو وہ ہفتوں تک مضمحل (مضحل) سا رہتا۔ بوڑھے باپ کے انتقال کی خبر ملی تو وہ جی بھر کے رو بھی نہ سکا۔ ماں کی علالت کی اطلاع ملی مگر وہ صرف تڑپ کر رہ گیا تھا۔

لیکن یہ کیسا وقت آ گیا ہے کہ ایک طویل عرصہ گزار چکنے کے بعد اچانک وہاں کی سنہری سرزمین پر بھی وحشت کے بادل منڈلانے لگے ہیں— ہر شخص اپنی اپنی جگہ سہم رہا ہے۔ ان میں سے بیشتر بغیر کچھ سوچے سمجھے بنا زادِ راہ کے ہی رختِ سفر باندھنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

وہ بھی اپنی چھوٹی سی فیملی کے ساتھ واپس آ چکا ہے اور اپنے گھر کی دہلیز پر دیر سے کھڑا بیتے لمحوں کو واپس بلانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اسے لگ رہا ہے جیسے یہ گھر اب اس کا اپنا گھر نہیں رہا...... درو دیوار کی ساخت تو وہی ہے، آم کے پیڑ اور شریفے کے پیڑ بھی وہی ہیں مگر اس کے قدموں کے نیچے کی زمین بہتا پانی بن گئی ہے۔ سخت دھوپ سے گھبرا کر اس نے نگاہیں اوپر کیں تو چھت کا سایہ بھی سر سے غائب تھا۔

لفظ و معنی

قدرے - تھوڑا

باعث - وجہ

اجنبی - بیگانہ

پنہاں - چھپا ہوا

بے بس - مجبور

سبک رفتار - سست رفتار

نحیف - کمزور

جاں بہ لب - مرنے کے قریب

شناسا - جان پہچان

تصنع - بناوٹ، ریاکاری

باطن - اندرونی

سیال مادہ - بہتی ہوئی چیز

سرد مہری - غفلت، نظر انداز کرنا

دلدار - دل رکھنے والا، محبوب

منہدم - ڈھادینا

پرواز - اڑان

آپ نے پڑھا

- آج کے جدید سائنسی اور مادی ماحول میں معاشرے میں جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں، ان مسائل کو ہی قمر جہاں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ چنانچہ زیر نصاب افسانہ 'کٹی ہوئی شاخ' اسی پس منظر سے متعلق ہے جس میں ایک شخص روپیہ کمانے کے لئے خلیجی ممالک جاتا ہے۔ روپیہ تو خوب کمالیتا ہے لیکن اپنے معاشرے اور تہذیب سے کٹ کر جس ذہنی کرب واذیت کا شکار ہوتا ہے، اس کیفیت کی ترجمانی اس افسانے میں بدرجہ اتم موجود ہے۔
- موجودہ عہد کی سائنسی ترقیوں اور ان کی ایجادات نے انسانی تہذیب کو تو متاثر کیا ہی ہے ساتھ ہی اخلاقی پہلو کو مجروح بھی کیا ہے۔ اسی موضوع پر ارتکاز کر کے افسانے کا مرکزی خیال پیش کیا گیا ہے جس میں مادیت کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اسی پس منظر میں زیر نصاب افسانہ میں افسانہ نگار قمر جہاں نے ایک ایسے کردار کو پیش کیا ہے جو روپیہ کمانے کے لئے خلیجی ممالک جاتا ہے، روپیہ بھی خوب کماتا ہے، لیکن وہ معاشرے اور تہذیب سے کٹ کر جس ذہنی کرب واذیت کا شکار ہوتا ہے، اس کیفیت کی ترجمانی اس افسانے میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

مختصر ترین سوالات

1. قمر جہاں کی پیدائش کب ہوئی؟
2. قمر جہاں کے والد کا نام کیا ہے؟
3. قمر جہاں کا پیدائشی تعلق صوبہ بہار کے کس ضلع سے ہے؟
4. قمر جہاں کا کون سا افسانہ آپ کے نصاب میں شامل ہے؟
5. قمر جہاں کس یونی ورسٹی میں استاد ہیں؟

مختصر سوالات

1. قمر جہاں کے حالاتِ زندگی پر پانچ جملے لکھیے۔
2. قمر جہاں کی تصانیف کی فہرست موضوع کے اعتبار سے لکھیے۔
3. قمر جہاں کی تعلیم و تدریس کے بارے میں مختصراً بیان کیجئے۔

4. اردو کے کسی پانچ افسانہ نگاروں کے نام لکھیے۔

طویل سوالات

1. قمر جہاں کے افسانوں کے موضوعات پر روشنی ڈالیے۔
2. کہانی کا عنوان 'کٹی ہوئی شاخ' کیوں ہے؟ واضح کیجیے۔
3. 'مہاجر ادب' کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا یہ افسانہ اس زمرے میں ہے؟ مدلل جواب دیجیے۔
4. کہانی کے مرکزی کردار کی ذہنی و جذباتی کیفیت کو اختصار میں لکھیے۔

آیئے، کچھ کریں

1. اپنے استاد کی مدد سے بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کی ایک فہرست بنایئے۔
2. موجودہ سائنسی دور میں افسانہ نگاری کی افادیت پر ایک مذاکرہ کا اہتمام کیجیے۔